مروجہ جمہوری انتخابات اور متعلقہ احکام و مسائل

مولانا اختر امام عادل قاسمی
جامعہ ربانی منوروا شریف سمستی پور

یہ بات تو مسلم ہے کہ اسلام کسی ایسے مذہب کا نام نہیں، جو صرف انسان کی نجی اور انفرادی زندگی کی اصلاح کا خواہاں ہو اور جو چند محدود زمانے اور رسوم پر مشتمل ہو۔ بلکہ اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں تمام شعبہ ہائے زندگی کے متعلق رہنمائی کے اصول وضوابط متعین کئے گئے ہیں۔ خواہ وہ ظاہری ہو یا روحانی، انفرادی ہو یا اجتماعی، سیاسی ہو یا غیر سیاسی۔ غرض یہ کہ اسلام زندگی کے ہر شعبے سے متعلق اپنے مخصوص احکامات کے ذریعہ حیات انسانی کو امن کا گہوارہ بنا دیتا ہے۔ مسلم معاشرے کی بنیاد اسی بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کا قانون جاری ونافذ ہو جو کہ اس کا تعلق حکومت وقت کے ساتھ ہے۔ اور چونکہ جو بھی حکومت برسر اقتدار آتی ہے وہ عوام الناس اپنے ووٹ کے ذریعے منتخب کرتی ہے۔ مگر ووٹ اور رائے اسلام کی رو سے کیا حیثیت رکھتی ہے۔؟ اور اس کا استعمال شرعاً کیسا ہو؟ اس سلسلہ میں مولانا اختر امام عادل کا تحقیقی مضمون بشکریہ ''ماہنامہ دار العلوم دیوبند'' قارئین کے استفادے کے لئے اس دفعہ کے شمارہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔ ادارہ

ووٹ کی شرعی حیثیت:۔

یہ تو خواص کی ذمہ داری ہے جو قومی قیادت کی اہلیت رکھتے ہیں عام لوگ جو حق رائے دہی کا استعمال کر سکتے ہیں ان حالات میں ان پر بھی کچھ ذمہ داریاں آتی ہیں سب سے اول تو یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ جن ہاتھوں میں ملک کے اقتدار کی باگ دوڑ دینے جا رہے ہیں یا جن کو اپنا نمائندہ چن رہے ہیں وہ فی الواقع اس منصب کے اہل ہیں یا نہیں وقتی مفادات یا ذاتی رنجشوں کی بنا پر قومی سطح کے اس اہم ترین مرحلے پر نا انصافی برتنا جرم ہے قران نے بار بار عدل اور توازن کی تلقین کی ہے اور اس کا معیار تقوی قرار دیا ہے: **اعدلوا ھو اقرب للتقوی (مائدہ:۷)** ترجمہ: عدل کا معاملہ کرو کہ یہ تقوی کے زیادہ قریب ہے۔ علامہ ابن تیمیہ نے حضرت عمر بن الخطابؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے جو موقوفا اور مرفوعا دونوں طرح سے مروی ہے۔ **من قلد رجلا علی عصابة وھو یجد فی تلک العصابة من ھو ارضیٰ منہ فقد خان اللہ وخان رسولہ وخان المومنین فالواجب انما ھو الارضیٰ من الموجود (وظیفة المحکومیة الاسلامیة لابن تیمیہ ۱۲)**

ترجمہ: جو شخص کسی جماعت پر کسی ایسے شخص کو ذمہ دار بنا دے جس سے بہتر لوگ اس جماعت میں موجود ہوں تو اس نے اللہ، رسول اور اہل ایمان کے ساتھ خیانت کی، اس لئے واجب ہے کہ موجودہ لوگوں میں جو سب سے بہتر شخص ہو اس کا انتخاب عمل میں آئے۔ اس

موقع پر ووٹ یا حق رائے دہی کی شرعی حیثیت بھی پیش نظر رہنی چاہیئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے ووٹ کی تین حیثیتیں متعین کی ہیں۔

(۱)ایک حیثیت شہادت کی ہے یعنی ووٹ دینے والا شخص متعلقہ شخص کے بارے میں اس کی اہلیت وقابلیت دیانت وامانت اور صدق وخلوص کی شہادت دیتا ہے اس لحاظ سے اس پر شہادت کے احکام مرتب ہوں گے اور اصول شہادت کے مطابق جھوٹی شہادت دینا بدترین جرم ہے اس کو شرک کے ساتھ گناہ کبائر میں شامل کیا گیا ہے (متفق علیہ، نیل الاوطار)

(۲)ووٹ کی دوسری حیثیت سفارش کی ہے یعنی ووٹر اس کی نمائندگی کی سفارش کرتا ہے اس لحاظ سے قران نے سفارش کا جو اصول بیان کیا ہے اس کی رعایت ضروری ہوگی۔من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيب منها و من يشفع شفاعة سئية يكن له كفل منها(نساء ۸۵)

ترجمہ: جو اچھی سفارش کرے گا اس کو اس میں سے حصہ ملے گا اور جو بری سفارش کرے گا وہ بھی اس میں حصہ دار ہوگا۔اچھی سفارش یہ ہوگی کہ قابل اور دیانت دار آدمی کی سفارش کرے جو خلق خدا کے حقوق صحیح طور پر ادا کرے اور بری سفارش یہ ہے کہ نا اہل نالائق فاسق ظالم شخص کی سفارش کر کے خلق خدا پر اس کو مسلط کردے اس اعتبار سے ہمارے ووٹوں سے کامیاب ہونے والا امیدوار اپنے پنج سالہ دور میں جو بھی نیک یا بدعمل کرے گا ووٹر بھی اس کا شریک سمجھا جائے گا۔

(۳)ووٹ کی تیسری حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ دینے والا اس امیدوار کو ملک وقوم کے حقوق عامہ میں اپنا نمائندہ اور وکیل قرار دیتا ہے اور اصول وکالت کے مطابق وکیل کے تمام اچھے اور برے تصرفات مؤکل کی طرف لوٹتے ہیں اس لحاظ سے کامیاب ہونے والے امیدوار کے ہر اچھے اور برے کام کا ذمہ دار ووٹر قرار پائے گا (جواہر الفقہ ج۲ص۲۹۱ تا ۲۹۳)

(۴)اور میرے نزدیک ووٹ کی ایک چوتھی حیثیت رائے اور مشورہ کی بھی ہے جیسا کہ حق رائے دہی کی اصطلاح سے مترشح ہوتا ہے یعنی انتخابی کمیشن جس کو ملک کا سربراہ اور اس کے رفقاء کار چننے کا اختیار دیتا ہے وہ سارے ملک کے عوام سے اس بارے میں مشورہ لیتا ہے اور ان کو اختیار دیتا ہے کہ وہ مختلف امیدوار جو میدان میں موجود ہیں ان میں سے کسی ایک کے بارے میں اپنی رائے دیں کہ کون شخص ملک کے لئے بحیثیت حاکم یا بحیثیت معاون حکومت زیادہ موزوں ہے۔؟اور ووٹر بیلٹ پیپر پر اپنے اس حق رائے دہی کا استعمال کرتے ہیں اور انتخابی بورڈ کو رازدارنہ طور پر اپنی رائے اسے آگاہ کردیتے ہیں۔اس اعتبار سے مشورہ اور رائے کا جو ضابطہ ہے اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا احادیث میں مشورہ اور رائے کو امانت قرار دیا گیا ہے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''المستشار مؤتمن'' (رواہ الترمذی، مشکوۃ ۴۳۰) ترجمہ: یعنی جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''المجالس بالامانة''، مجلسیں امانت ہوتی ہیں۔یعنی مجلس میں کسی موضوع پر نجی گفتگو کی جائے تبادلہ خیال کیا جائے یا مشورہ کیا جائے وہ امانت ہوتی ہے۔اور امانت کے بارے میں قران کا حکم ہے۔ان الله يامركم ان

تؤدو الامانات الی اھلھا ۔ترجمہ: بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے حوالہ کردو۔ اس لحاظ سے ووٹر کو اپنی امانت ثابت کرنی ہوگی اور جس کے حق میں رائے دے رہا ہے وہ فی الواقع اس کے نزدیک اس لائق ہے اس کا بھی لحاظ رکھنا ہوگا اسی طرح جس بوتھ پر اس نے اپنے حق کا استعمال کیا ہے تو امانت تصور کرے اور اس کا علم ضروری حد تک دوسروں کو نہ ہونے دے اس لئے کہ مجلسیں امانت ہوتی ہیں اور الیکشن کے دوران اپنی رائے کی تشہیر سے فتنہ کا اندیشہ ہے اور مجلسوں کو اسی مقصد سے امانت کہا گیا ہے۔

ووٹ دینے کا حکم :

گویا ووٹ کی شرعی طور پر چار حیثیتیں ممکن ہیں۔شہادت،شفاعت،وکالت اور مشورہ۔

شہادت کے نقطہ نظر سے ووٹ دینا واجب ہے اس لئے کہ قران نے سچی شہادت کو لازم قرار دیا ہے۔

کونو قوامین للہ شھداء بالقسط (مائدہ ۷) دوسری جگہ ارشاد ہے کونو قوامین بالقسط شھداء للہ (نساء ۱۲۵) ان دونوں آیتوں میں مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے کہ وہ سچی شہادت سے جان نہ چرائیں تیسری جگہ سورۃ طلاق میں ارشاد ہے۔واقیموا الشھادۃ للہ (طلاق) اور اللہ کے لئے سچی شہادت قائم کرو۔ایک آیت میں کتمان شہادت کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔ولاتکتمو الشھادۃ ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ(آل عمران ۲۸۲) یعنی شہادت کو نہ چھپاؤ جو شہادت کو چھپائے گا اس کا دل گناہ گار ہے اس طرح قران کے اصول شہادت کے مطابق اگر ووٹر پر کسی ایک امیدوار کی اہلیت اور صداقت و دیانت منکشف ہو جائے اور اسے شرح صدر ہو کہ دوسروں کے مقابلے میں یہ زیادہ تر صلاحیت کا حامل ہے تو اس کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی ادائیگی شہادت میں پیچھے نہ ہٹے اور ایسی صورت میں ووٹ نہ دینے پر وہ گناہ گار ہو سکتا ہے البتہ کسی ایک طرف رجحان قائم نہ ہو اور کسی کے بارے میں شرح صدر نہ ہو تو اس کے لئے گنجائش ہے کہ مزید غور کرے اور کسی جانب رجحان ہونے تک اپنے آپ کو ادائیگی شہادت سے باز رکھے۔یہ حکم اس صورت میں ہے جب ووٹ کو شہادت تصور کیا جائے لیکن دوسری حیثیتوں (شفاعت وکالت اور مشورہ) کے لحاظ سے کسی اچھے امیدوار کے حق میں ووٹ دینا زیادہ سے زیادہ امر مستحب قرار پاتا ہے البتہ اس سے جو نتائج مرتب ہوتے ہیں اور ان سے جو عظیم تر قومی اور اجتماعی مفادات متعلق ہوتے ہیں ان کے پیش نظر ووٹر پر یہاں بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے ووٹ کا استعمال ضرور کرے البتہ یہ حکم چونکہ ووٹ کی اصل حیثیت کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ اس کے نتیجے کے لحاظ سے ہے اس لئے اس کا لزوم کا درجہ شہادت کے مقابلے میں کم تر ہوگا۔غرض ووٹ چار حیثیتوں میں ایک حیثیت کے لحاظ سے ووٹ واجب معلوم ہوتا ہے خواہ اس کے ثمرات کچھ بھی ہوں اور باقی تین حیثیتوں کے لحاظ سے اصلا ووٹ دینا واجب نہیں ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ مستحب ہے لیکن ثمرات کے لحاظ سے اس کی اہمیت بڑھ سکتی ہے اس پر وجوب یا عدم وجوب کے پیش نظر کم از کم یہ قدر مشترک ضرور نکلتا ہے کہ جمہوری انتخابات میں ووٹ دینے والا نہ دینے والے کے مقابلے میں شریعت کے نزدیک زیادہ بہتر اور لائق تحسین ہے۔

امیدواروں کے انتخاب کا معیار:۔

البتہ یہاں یہ فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ انتخاب لڑنے والے دوطرح کے امیدوار ہوتے ہیں بعض وہ ہوتے ہیں جو کسی سیاسی جماعت کے پلیٹ فارم سے انتخاب میں اترتے ہیں بعض آزاد ہوتے ہیں ازاد امیدواروں میں فیصلہ ان کی ذاتی زندگی عادات واطوار اور مسلمانوں کے حق میں ان کے نظریات وخیالات سے کیا جائے گا جو امیدوار مجموعی طور پر بہتر نظر آئے اس کو ووٹ دیا جائے گا۔البتہ جولوگ کسی سیاسی جماعت کے نمائندہ کی حیثیت سے میدان میں اترتے ہیں ان میں بنیادی طور پر اس سیاسی جماعت کی پالیسی انتخابی منشور اور اس کے ہائی کمان کے خیالات ونظریات کا اعتبار ہوگا جس کے نمائندہ کی حیثیت سے وہ میدان میں اترے ہیں اس لئے کہ اس صورت میں شخصی کامیابی دراصل پارٹی کی کامیابی متصور ہوتی ہے اور تشکیل حکومت کے وقت شخصی خیالات سے زیادہ پارٹی کے منشور اور اس کے اصولوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے اس لئے اس صورت میں کسی فرد کا اپنا کوئی وجود نہیں ہوتا فرد صرف آلہ کار ہوتا ہے اور وہ پابند ہوتا ہے کہ جماعت کے اصولوں اور اس کے خیالات سے انحراف نہ کرے کسی بھی انحراف کی صورت میں ممبر کا پارٹی میں وجود مشکل ہوجاتا ہے اس لئے ایسی صورت کسی ایسی جماعت کا نمائندہ جو مسلمانوں کے ساتھ متعصبانہ نظریات رکھتی ہو خواہ کتنا ہی شریف النفس اور صاف ذہن محسوس ہو اور خواہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو اس کو ووٹ دینا ہرگز جائز نہ ہوگا اور نہ اس قسم کی جماعتوں میں کسی مسلمان کو شمولیت کی اجازت دی جاسکتی ہے بلکہ اس کے مقابل کسی ایسے امیدوار کو ووٹ دینا ضروری ہوگا جو کسی ایسی جماعت کا نمائندہ ہو جو مسلمانوں کے حق میں نسبتاً معتدل نظریات کی حامل ہو یا کسی ایسے آزاد امیدوار کو جو اپنے عادات واطوار اور نظریات کے لحاظ سے بہتر شخص ہو خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو اس پر فقہی لحاظ سے دوطرح سے غور کیا جاسکتا ہے:۔(۱) ایک اس طرح پر کہ وہ مسلمان امیدوار جو کسی متعصب جماعت کا نمائندہ بن کر آیا ہے اس کا اپنا کوئی وجود نہیں ہے فقہاء نے نمائندہ یا وکیل کو متعلقہ معاملات میں مؤکل اور اصیل کا پابند بنایا ہے اور اس کی اجازت سے کئے جانے والے تمام تصرفات کا ذمہ دار مؤکل واصیل کو قرار دیا ہے کتاب البیوع کتاب النکاح اور کتاب الصلح وغیرہ میں اس نوع کی بہت سی جزئیات موجود ہیں وکالت کی تعریف ہی فقہاء نے ان الفاظ میں کی ہے۔**الوکالة هی تفویض احد امره لاخر واقامته مقامه (درمختار کتاب الوکالة ج ۲ ص ۱۰۳)** یعنی اپنا کام دوسرے کے حوالہ کردینے اور دوسرے کو اپنا قائم مقام بنادینے کا نام وکالت ہے۔

(۲) دوسرے اس طور پر کہ فقہاء نے امان کی بحث کے تحت لکھا ہے کہ عبد مجور اگر حربی کو امان دے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا اعتبار نہیں ہوگا اگرچہ وہ دارالاسلام میں آنے کے بعد مسلمان ہو چکا ہو البتہ آزاد ہوجائے اور دارالاسلام میں ہی اقامت اختیار کرے تو اس کے امان کا اعتبار ہوگا اس لئے کہ آزادی ملنے کے بعد باوجود قدرت دارالحرب نہ جانا اور دارالاسلام میں اقامت اختیار کرنا بظاہر مسلمانوں کے ساتھ خیرخواہی کی دلیل ہے چاہے فی الواقع اس کے اندر محبت وخیرخواہی نہ ہو اور اس نے درحقیقت کافروں کے نمائندہ اور جاسوس کی حیثیت سے یہاں رہنا منظور کیا ہو اور اس کا اسلام محض دکھاوا ہو لیکن شریعت میں ظاہر کا اعتبار کیا جائے گا جب تک

اصلیت پر معتبر ثبوت نہ مل جائے اس کے برخلاف جو عبد مجور حالت غلامی میں اسلام قبول کرلے اور کسی حربی کو پناہ دے اس کی حالت مشتبہ ہے کیونکہ اس کے نسلی اور برادرانہ روابط دارالحرب سے قائم ہیں اس لئے بظاہر اس سے یہ توقع رکھنا غلط ہے کہ وہ اپنے دارالحرب کے مفادات پر مسلمانوں کے مفادات کو ترجیح دے گا قبول اسلام ایک ظاہری علامت اس بات پر بن سکتا تھا کہ بحیثیت مذہب وہ مسلمانوں کے مفادات کے ترجیح دے گا لیکن حجر اور غلامی کی حالت میں قبول اسلام کا درجہ بخوشی قبول اسلام کی طرح نہیں ہے زیادہ امکان اس کا ہے کہ اس نے حالات کے دباؤ میں محض اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے اسلام قبول کیا ہو۔ اس لئے حربیوں کو امان دینے کے معاملہ میں اس کا اسلام اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اس باب میں وہ تہمت وشک کے دائرہ سے باہر نہیں ہے۔

قاضی ابوزید دبوسی لکھتے ہیں ان امان العبد المحجور لایجوز عندہ لانہ متھم فی الامان فلا یجوز قیاسا علی الذمی ووجہ التھمۃ ان العبد لہ قرابۃ وعشیرۃ فی دارالحرب فیوثر ھما علی المسلمین فصار کالذمی ولا یلزم علی ما لو عتق ثم آمن لانہ عتق واطلق وزالت ید المولیٰ عنہ واختیار المقام فی دارنا مع قدرتہ علی العود الی دارالحرب فقد ارتفعت التھمۃ فان قیل یستدل باسلامہ علی انہ یؤثر منفعۃ المسلمین علی الکفار قیل بنفس الاسلام لا یستدل لانہ مکرہ علی ذلک والا کراہ یمنع تحقیق ما اکرہ علیہ (تاسیس النظر : ۲۱ مطبوعہ المطبعۃ الادبیۃ مصر) یہاں سیاسی پارٹیوں کے مسلم امیدواروں پر اگرچہ حجر کا اصطلاحی اطلاق نہیں ہوسکتا لیکن پارٹی کے ساتھ حلف وفاداری اور اکثریتی دباؤ کی بناپر وہ جس نوع کی وفاداری کے پابند ہوتے ہیں اس حالت میں ان کے اندر اسلام پارٹی کی سطح پر جذبہ کے لحاظ سے کمزور ہوجاتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مفادات کے عزیز رکھنے پر مجبور ہیں اس لئے کسی امیدوار کی شرافت نفس یا اس کی مسلمانی پارٹی کی اصولوں سے ہرگز اس کو الگ نہیں کرسکتی اور اگر بالفرض اس بیچ کوئی مضبوط مسلم یا شریف النفس امیدوار اپنی وجاہت اور رسوخ کی بناء پر پارٹی پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت بھی رکھے تو متہم تو وہ بہرحال ہے اور دلیل ظاہر کے لحاظ سے پارٹی میں رضا کارانہ شمولیت اس تہمت کو تقویت دیتی ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے اصول پر متعصبانہ یا حربی نظریات رکھنے والی جماعت کے معاملے میں تہمت بھی حقیقت کا درجہ رکھتی ہے اور کسی کی ذاتی شرافت یا مسلمانی اس تہمت کو اس سے رفع نہیں کرسکتی اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل اعتبار اس سیاسی جماعت کا ہے جس کا کوئی شخص امیدوار بنتا ہے نہ کہ ذاتی زندگی اور خیالات کا۔

سیاسی جماعتوں سے اتحاد کے اصول:۔

انتخابات کے موقع پر مختلف سیاسی پارٹیاں مختلف مفادات کے تحت ایک دوسرے سے معاہدے کا سلسلہ بھی شروع کرتی ہیں ایسے موقع پر اگر کوئی مسلم سیاسی جماعت کسی غیر مسلم سیاسی جماعت سے ملی مفادات کے تحت بعض معاہدات کرنا چاہے تو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے خواہ غیر مسلم سیاسی جماعت سخت گیر اور متعصبانہ نظریات کے حامل کیوں نہ ہو اور معاہد جماعت اپنے انتخابی منشور اسے ان سخت گیر اور متعصّبانہ نظریات کو خارج کرنے پر آمادہ ہو جو مسلمانوں کے مفادات سے متصادم ہوں اور مشترکہ بنیادوں پر انتخابات لڑنے کے لئے

تیار ہواس طرح اگر کوئی سیکولر (یعنی مسلمانوں کے حق میں نسبتاً معتدل نظریات کی حامل سیاسی پارٹی) جماعت بعض سخت گیر غیر مسلم جماعتوں سے مشترکہ بنیادوں پر باہم اتحاد قائم کرے اور سخت گیر جماعت اپنے اعلامیہ سے اپنے منفی نظریات سے دستبرداری کا اعلان کرے تو ایسی صورت میں اس اتحاد کی حمایت کی جاسکتی ہے اور اس سطح سے انتخاب لڑنے کی بھی اجازت دی جاسکتی ہے بشرطیکہ اس کے بالمقابل کوئی خالص مسلم یا سیکولر جماعت موجود نہ ہو اور اس اتحاد سے سخت گیر جماعت کو بحیثیت جماعت تقویت نہ ملتی ہو۔ اس سلسلے میں آیت کریمہ ہے۔ قل یا اھل الکتاب تعالو الیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم .الایة(ال عمران ٦٣) ترجمہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بنیاد پر جمع ہو جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اس آیت کریمہ میں یہودیوں کو ایک مشترک بنیاد پر جمع ہونے کی دعوت دی گئی ہے جب کہ مسلمانوں کے حق میں یہودیوں سے بڑھ کر سخت گیر تنظیم نہ اس دور میں تھی اور نہ آج ہے خود قران نے ان کی عداوت وشدت کا ذکر کر کے ان کی عصبیت وتنگ نظری پر دائمی مہر لگادی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے .لتجدن اشد الناس عداوة للذین آمنو الیھود والذین اشرکوا .الایة(المائدہ ٨٢) ترجمہ یقیناً تم کو عملی زندگی میں مسلمانوں کے سب سے بدترین دشمن یہود اور مشرکین ملیں گے لیکن اس کے اگر مسلمانوں پر ایسے حالات آئیں جن میں ملی مفادات کے تحت تحفظ کے لئے سخت عناصر سے مشترکہ بنیادوں پر معاہدہ کی ضرورت پڑے تو اس اتحاد کی گنجائش ہے

عہد نبوی میں غیر مسلموں سے سیاسی اتحاد کے نمونے:

اور اس قسم کے اتحاد کی بعض مثالیں عہد نبوی میں ملتی ہیں جو مختلف حالات کے تحت رسول اللہ ﷺ نے اختیار فرمائے۔

معاہدہ مدینہ:

تاریخی طور پر اس سلسلے کا سب سے پہلا اتحاد جس کو خود رسول اللہ ﷺ نے قائم فرمایا وہ ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں اور یہودیوں کا اتحاد تھا اور اس سلسلے کے لئے جو دستور مرتب کیا گیا اس میں اکثر ان بنیادوں کا ذکر کیا گیا جن پر دونوں فریقوں کا اتفاق ممکن تھا۔ تاریخ الکامل، البدایہ والنہایہ اور سیرت ابن ہشام وغیرہ میں یہ معاہدہ پوری تفصیل کیساتھ ذکر کیا گیا ہے یہاں بطور مثال صرف چند مشترکہ بنیادوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن پر میثاق کی اساس تھی۔

☆ان یھود بنی عوف امة مع المومنین یہود او مسلمانوں کا ایک اتحاد ہوگا۔

☆وان بینھم النصر علی من حارب ھذہ الصحیفة ۔جو شخص اس میثاق کی مخالفت کرے گا اس کے خلاف دونوں مل کر کاروائی کریں گے۔

☆وان بینھم النصح والنصحیة والبر ۔ان کے درمیان باہمی ہمدردی اور خیر خواہی اور نیکی کا رشتہ ہوگا کسی ظلم وگناہ کا نہیں ☆وان النصر للمظلوم۔ مظلوم کی مدد کی جائے۔

☆وان بینھم النصر علی من دھم یثرب ، مدینہ پر جو حملہ کرے گا اس کے خلاف دونوں مل کر کاروائی کریں گے۔

☆واذا دعو الی الصلح یصالحونہ ویلبسونہ فانھم یصالحونہ ویلبسونہ وانھم اذا دعو الی مثل ذلک فانہ لھم علی المومنین الامن حارب فی الدین ۔اگر یہود کو کسی ایسی معاہدے کی پیش کش کی جائے جس پر اتفاق ممکن ہو تو وہ اس پیش کش کو قبول کریں گے اور اس طرح کے معاہدات میں جو طے ہوگا وہ مسلمانوں پر بھی نافذ ہوگا الا یہ کہ خلاف دین کوئی چیز طے کی جائے (یعنی مشترکہ بنیاد کے بجائے کوئی امتیازی بنیاد اختیار کرلی جائے تو اس معاہدہ کا اطلاق نہیں ہوگا) وغیرہ تقریباً ۴۷ دفعات ہیں جن کا تذکرہ میثاق مدینہ میں کیا گیا ہے ۔(سیرت ابن ہشام ج ا ص ۱۷۸،شرح المواہب اللدینیہ ج ۴ ص ۱۶۸، ۱۶۹،الوثائق السیاسیۃ ڈاکٹر حمید اللہ ۵۷ تا ۶۴) البتہ اس معاہدہ میں مسلمانوں کی حیثیت ایک بالادست قوت کی تھی اور متعدد اختلافی معاملات میں اللہ اور رسول کے فیصلہ کو آخری فیصلہ قرار دیا گیا تھا اس لئے کہ یہ اتحاد مدنی دور میں قائم کیا گیا تھا اور مدنی دور مسلمانوں کا غلبہ کا دور ہے لیکن فی الجملہ اس سے مشترکہ انسانی بنیاد پر غیر مسلموں کے ساتھ سیاسی اتحاد کا جواز ملتا ہے۔

حلف الفضول:

اس قسم کا ایک بین القبائلی معاہدہ بعثت نبوی سے تقریباً بیس سال قبل جنگ فجار کے چار ماہ بعد میں ہوا تھا جب حضورﷺ کی عمر مبارک بیس سال تھی آپ اس معاہدہ میں شعوری طور پر شریک تھے اس کو حلف الفضول کہا جاتا ہے ایک مخصوص واقعہ کے تناظر میں امن وسلامتی انسانی ہمدردی مظلوموں کی مدد ظالموں کا مقابلہ اور اس جیسی بعض مشترکہ بنیادوں پر بنو ہاشم زہرہ تیم بن مرہ وغیرہ قبائل کے درمیان یہ اتحاد قائم ہوا (تفصیل کے لئے دیکھا جائے البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۹۱ باب شہود النبیﷺ حلف الفضول اور احکام القران للقرطبی ج ۶ ص ۳۳) ہمارے لئے زیر بحث مسئلہ میں اس اتحاد کے حوالے سے نبی اکرمﷺ کا یہ ارشاد اصل اہمیت رکھتا ہے جو حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف سے مروی ہے۔قال لقد شھدت فی دار عبداللہ بن جدعان حلفاما احب ان لی بہ حمر النعم ولو ادعی بہ فی الاسلام لاجبت (بیہقی ج ۶ ص ۳۶۷ بیروت لبنان) ترجمہ: حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں عبداللہ بن جدعان کے مکان میں اس معاہدہ میں شریک تھا یہ معاہدہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ عزیز ہے اگر مجھے عہد اسلامی میں بھی اس قسم کے کسی معاہدہ کی دعوت دی جائے تو میں اس کو قبول کروں گا۔ یہ عہد اسلامی سے قبل کا معاہدہ تھا اور ظاہر ہے کہ اس میں شریک قبائل مسلمان نہیں تھے اور حضورﷺ کا اس وقت نوعمری مگر مکمل شعور کا دور تھا اس معاہدہ میں کسی فریق کی بالادستی کا بھی سوال نہیں اٹھتا تھا ایسے معاہدہ اور ایسے اتحاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سرکار دو عالمﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس قسم کے اتحاد کی دعوت مجھے آج بھی دی جائے تو میں بخوشی اس کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں پر اگر ایسے حالات آجائیں جن میں ملی تشخص مفادات کے تحفظ اور دیگر نیک مقاصد کے لئے غیر مسلموں سے مشترکہ بنیادوں پر (جن میں کوئی بات خلاف شریعت نہ ہو) اتحاد قائم کریں تو اس کی گنجائش ہے بالخصوص غیر مسلم ممالک میں جہاں مسلمان اقلیت کی حیثیت سے رہ رہے ہوں۔

حلف خزاعہ:۔

اسی طرح کا ایک معاہدہ عہد جاہلیت میں بنوعبدالمطلب اور خزاعہ کے درمیان ہوا تھا جس کو حلف خزاعہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے تاریخ طبری وغیرہ میں واقعہ پوری تفصیل سے موجود ہے اس معاہدہ کی اساس بھی باہم نصرت ومحبت اور امن وسلامتی پرتھی اس کی یہ دفعہ بطور خاص بہت اہم تھی۔ **وان عبدالمطلب وولده ومن معهم ورجال خزاعة متكا فئون متضافرون متعاونون على عبدالمطلب النصرة لهم بمن تابعه على كل طالب على خزاعة النصر لعبد المطلب وولده ومن معهم على جميع العرب في الشرق او الغرب او حزن او سهل وجعلو الله على ذلك كفيلا**۔ ترجمہ: عبدالمطلب اوران کی اولاد اور رفقاء اور قبیلہ خزاعہ کے لوگ باہم مساوی اور ایک دوسرے کے مددگار رہوں گے عبدالمطلب پر ان کی مدد ہر اس شخص کے مقابلے میں لازم ہوگی جن کے لئے ان کو مدد کی ضرورت ہو اسی طرح خزاعہ پر عبدالمطلب اوران کی اولاد اور رفقاء کی مدد لازم ہوگی پورے عرب کے مقابلے میں، خواہ وہ مشرق ومغرب، سخت زمین یا نرم زمین کہیں بھی ہو اور اس پر اللہ کو کفیل بناتے ہیں اور اس سے بہتر کوئی ضمانت نہیں:'' اس معاہدہ کا علم رسول اللہ ﷺ کو تھا صلح حدیبیہ قبیلہ خزاعہ کے لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور معاہدہ نامہ کی ایک کاپی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی حضرت ابی بن کعبؓ نے اسکا مضمون پڑھ کر سنایا حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا یہ معاہدہ برقرار رہے گا اسلام عہد جاہلیت کے معاہدوں کو منسوخ نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے اس معاہدہ کی تجدید فرمائی اور اس میں ایک دفعہ کا اضافہ فرمایا ''**ان الایعین ظالما وانما ینصر مظلوما**'' کہ ظالم کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی بلکہ مدد صرف مظلوم کی کی جائے گی۔ (تاریخ طبری ۱۰۸۴، الیعقوبی ج ۱ ص ۲۷۸، ۲۷۹، بحوالہ الوثائق السیاسیۃ ۲۷۳، ۲۷۴) اہمیت محض معاہدہ کی نہیں ہے، عہد جاہلیت میں اس طرح کے قبائلی معاہدے ہوتے رہتے تھے اہمیت اس کی ہے کہ حضور ﷺ نے باہم نصرت اور محبت پر مبنی اس معاہدہ کی توثیق فرمائی آپ کی توثیق کے بعد یہ شریعت کا حصہ بن گیا۔

(۴) غیر مسلموں سے جنگی اتحاد:۔

حضور ﷺ نے بعض جنگی مواقع پر غیر مسلموں سے دفاعی اتحاد قائم فرمایا مثلا بنو قریظہ کے مقابلے میں یہود بنو قینقاع سے فوجی مدد لی صفوان بن امیہ نے حنین وطائف مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کی، جب کہ وہ مشرک تھا۔ اگرچہ بعض مواقع پر آپ نے مشرکین سے فوجی مدد لینے سے انکار بھی فرمایا ہے (نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۲۷ بحوالہ احمد ومسلم)۔ آپ ﷺ کے اس دونوں طرح کے طرز عمل سے فقہاء نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ کفار سے فوجی اتحاد صرف اس صورت میں قائم کیا جاسکتا ہے جب کہ اس میں درج ذیل باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہو۔

☆ اسلام اور مسلمان اس اتحاد میں بالادست قوت کی حیثیت سے ہوں۔

☆ مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں کا اشتراک ایسے معاملات تک محدود رہے جو فوجی رازوں سے متعلق نہ ہوں۔

☆ان کا اشتراک مسلمانوں کے قومی مصالح کے خلاف نہ ہو۔

☆مسلمانوں پر آئندہ ان کے احسانات جتلانے کا اندیشہ نہ ہو۔

☆مسلمانوں کے اندر غیر مسلموں کے اشتراک سے فاتحانہ قوت کا احساس پیدا نہ بلکہ سارا توکل علی اللہ پر ہو۔

☆مسلمانوں کو فی الواقع اس قسم کے اتحاد کی ضرورت ہو۔

ان شرائط کے ساتھ غیر مسلموں سے فوجی اتحاد قائم کرنا امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کے نزدیک جائز ہے (شرح السیر ج ۳ ص ۱۸۶ اردالمحتار ج ۶ ص ۲۴۲، کتاب الام ج ۴ ص ۸۹۔۹۰) انتخاب بھی اس دور میں ایک طرح کی جنگ ہے اگر کسی سخت گیر متعصب ذہنیت رکھنے والی جماعت کو پیچھے دھکیلنے یا خود اس کو اپنے سخت گیر نظریات سے دستبردار کرنے کے لئے کسی صاف ذہن سیکولر جماعت سے اتحاد قائم کیا جائے یا اس کے اتحاد کا تعاون کیا جائے تو مذکورہ بالا شرائط کے مطابق اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

نرخنامہ برائے اشتہارات

بین الاقوامی معیار کا تحقیقی سہ ماہی مجلّہ

''المباحث الاسلامیہ (اردو)''

Ret List for Advertisement

Quarterly International Magazine ALMABAHIS-AL-ISLAMIA

(1) آخر صفحہ رنگین........4000روپے
(2) اندورن آخر صفحہ رنگین.......3000روپے
(3) اندرون صفحہ اول رنگین.........3,000روپے
(4) مکمل صفحہ سادہ.........1500روپے
(5) آدھا صفحہ سادہ.........1000روپے
(6) ایک تہائی صفحہ سادہ.......500روپے

یہ پاکستان اور دنیا بھر کے لائبریریوں کا واحد منتخب اسلامی تحقیقی مجلّہ ہے۔

اپنے کاروبار کی تشہیر کے لئے سہ ماہی مجلّہ ''المباحث الاسلامیہ (اردو)'' میں اشتہار دے کر ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق بنیں۔

برائے رابطہ: ناظم دفتر مجلس التحقیق الفقہی

جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان ڈیرہ روڈ بنوں

فون: 0092-928-331351 (3 Line) فیکس: 331355

ای میل: almarkazulislami@maktoob.com